[](https://rekhta.org/poets/shad-azimabadi/?lang=ur)

**شاد عظیم آبادی**

* 1846-1927
* پٹنہ

ممتاز ترین قبل از جدید شاعروں میں نمایاں

# اب انتہا کا ترے ذکر میں اثر آی

اب انتہا کا ترے ذکر میں اثر آیا

کہ منہ سے نام لیا دل میں تو اتر آیا

بہت دنوں پہ مری چشم میں نظر آیا

اے اشک خیر تو ہے، تو کدھر کدھر آیا

ہزار شکر کہ اس دل میں تو نظر آیا

یہ نقشہ صفحۂ خالی پہ جلد اتر آیا

بشر حباب کی صورت ہمیں نظر آیا

بھری جو قطرہ کے اندر ہوا ابھر آیا

زباں پہ آتا ہے نالہ بھی سو کرشموں سے

کہاں سے آپ کے انداز کا اثر آیا

عدم میں عیش ہے چلتا ہوں میں بھی لے اے دل

جہاں میں جتنے مصیبت کے دن تھے بھر آیا

لکھے کو روئیے اب تابہ حشر تربت میں

کہ میرے مرنے پہ خط لے کے نامہ بر آیا

پڑا ہے شب سے یوں ہی اب تلک نہ لی کروٹ

دل ستم زدہ اس کی گلی سے مر آیا

ہزار شکر خدا کا یہی غنیمت ہے

نہ خیر آیا مرے دل کو اور شر آیا

ریا تو دل میں تھی ماتھے پہ اب ہے اس کا نشاں

کہاں کا داغ کہاں دفعتاً ابھر آیا

مقیم دل ہے ڈنواں ڈول رہ کے اب ایماں

بتوں کے قہر سے چھوٹا خدا کے گھر آیا

ہمارے پائے طلب نے بڑی مہم سر کی

کہ کٹ کے سامنے قاتل کے اپنا سر آیا

شراب پی کے میں پہنچا فلک پہ اے ساقی

کہاں سے ان کئی قطروں میں یہ اثر آیا

# اب بھی اک عمر پہ جینے کا نہ انداز آیا

اب بھی اک عمر پہ جینے کا نہ انداز آیا

زندگی چھوڑ دے پیچھا مرا میں باز آیا

مژدہ اے روح تجھے عشق سا دم ساز آیا

نکبت فقر گئی شاہ سرافراز آیا

پاس اپنے جو نیا کوئی فسوں ساز آیا

ہو رہے اس کے ہمیں یاد ترا ناز آیا

پیتے پیتے تری اک عمر کٹی اس پر بھی

پینے والے تجھے پینے کا نہ انداز آیا

دل ہو یا روح و جگر کان کھڑے سب کے ہوئے

عشق آیا کہ کوئی مفسدہ پرداز آیا

لے رہا ہے در مے خانہ پہ سن گن واعظ

رندو ہشیار کہ اک مفسدہ پرداز آیا

دل مجبور پہ اس طرح سے پہنچی وہ نگاہ

جیسے عصفور پہ پر تول کے شہباز آیا

کیوں ہے خاموش دلا کس سے یہ سرگوشی ہے

موت آئی کہ ترے واسطے ہم راز آیا

دیکھ لو اشک تواتر کو نہ پوچھو مرا حال

چپ رہو چپ رہو اس بزم میں غماز آیا

اس خرابے میں تو ہم دونوں ہیں یکساں ساقی

ہم کو پینے تجھے دینے کا نہ انداز آیا

نالہ آتا نہیں کن رس ہے فقط اے بلبل

مرد سیاح ہوں سن کر تری آواز آیا

دل جو گھبرائے قفس میں تو ذرا پر کھولوں

زور اتنا بھی نہ اے حسرت پرواز آیا

دیکھیے نالۂ دل جا کے لگائے کس سے

جس کا کھٹکا تھا وہی مفسدہ پرداز آیا

مدعی بستہ زباں کیوں نہ ہو سن کر مرے شعر

کیا چلے سحر کی جب صاحب اعجاز آیا

رند پھیلائے ہیں چلو کو تکلف کیسا

ساقیا ڈھال بھی دے جام خدا ساز آیا

نہ گیا پر نہ گیا شمع کا رونا کسی حال

گو کہ پروانۂ مرحوم سا دم ساز آیا

ایک چپکی میں گلو تم نے نکالے سب کام

غمزہ آیا نہ کرشمہ نہ تمہیں ناز آیا

دھیان رہ رہ کے ادھر کا مجھے دلواتا ہے

دم نہ آیا مرے تن میں کوئی دم ساز آیا

کس طرح موت کو سمجھوں نہ حیات ابدی

آپ آئے کہ کوئی صاحب اعجاز آیا

بے انیسؔ اب چمن نظم ہے ویراں اے شادؔ

ہائے ایسا نہ کوئی زمزمہ پرداز آیا

# اگر مرتے ہوئے لب پر نہ تیرا نام آئے گا

اگر مرتے ہوئے لب پر نہ تیرا نام آئے گا

تو میں مرنے سے در گزرا مرے کس کام آئے گا

اسے بھی ٹھان رکھ ساقی یقیں ہوگا نہ رندوں کو

اگر زاہد پہن کر جامۂ احرام آئے گا

شب فرقت میں درد دل سے میں اس واسطے خوش ہوں

زباں پر رات بھر رہ رہ کے تیرا نام آئے گا

لگی ہو کچھ تو قاصد آخر اس کم بخت دل میں بھی

وہاں تیری طرح جو جائے گا ناکام آئے گا

اسی امید میں باندھے ہوئے ہیں ٹکٹکی میکش

کف نازک پہ ساقی رکھ کے اک دن جام آئے گا

یہاں اپنی پڑی ہے تجھ سے اے غم خوار کیا الجھوں

یہ کون آرام ہے مر جاؤں تب آرام آئے گا

زہے عزت جو ہو اس بزم میں مذکور اے واعظ

بلا سے گر گنہ گاروں میں اپنا نام آئے گا

ہزار انکار یا قطع تعلق اس سے کر ناصح

مگر ہر پھر کے ہونٹوں پر اسی کا نام آئے گا

عطا کی جب کہ خود پیر مغاں نے پی بھی لے زاہد

یہ کیسا سوچنا ہے تجھ پہ کیوں الزام آئے گا

پڑا ہے سلسلہ تقدیر کا صیاد کے بس میں

چمن میں اے صبا کیونکر اسیر دام آئے گا

کوئی بدمست کو دیتا ہے ساقی بھر کے پیمانہ

ترا کیا جائے گا مجھ پر عبث الزام آئے گا

انہیں دیکھے گی تو اے چشم حسرت وصل میں یا میں

ترے کام آئے گا رونا کہ میرے کام آئے گا

ہمیشہ کیا پیوں گا میں اسی کہنہ سفالی میں

مرے آگے کبھی تو ساغر زرفام آئے گا

کہاں سے لاؤں صبر حضرت ایوب اے ساقی

خم آئے گا صراحی آئے گی تب جام آئے گا

چھری تھی کند تیری یا ترے قاتل کی او بسمل

تڑپ بھی تو تری گردن پہ کیوں الزام آئے گا

یہی کہہ کر اجل کو قرض خواہوں کی طرح ٹالا

کہ لے کر آج قاصد یار کا پیغام آئے گا

ہمیشہ کیا یوں ہی قسمت میں ہے گنتی گنا دینا

کوئی نالہ نہ لب پر لائق انجام آئے گا

گلی میں یار کی اے شادؔ سب مشتاق بیٹھے ہیں

خدا جانے وہاں سے حکم کس کے نام آئے گا

# تا عمر آشنا نہ ہوا دل گناہ کا

تا عمر آشنا نہ ہوا دل گناہ کا

خالق بھلا کرے تری ترچھی نگاہ کا

تنہا مزا اٹھاتا ہے دل رسم و راہ کا

بینا تو ہے پہ بس نہیں چلتا نگاہ کا

جی بھر کے دیکھ لوں تو کر اس جرم پر شہید

یوں اپنے سر پہ خون نہ لے بے گناہ کا

رونا جو ہو تو رو لے بس اے چشم وقت نزع

اب آج خاتمہ بھی ہے روز سیاہ کا

پہنچا کے ہم کو قبر میں جاتے ہیں اپنے گھر

لیجیے انھوں نے وعدہ کیا تھا نباہ کا

تقدیر حشر سے ہمیں لائی بہشت میں

ارمان دل میں رہ گیا اس دادخواہ کا

پاپوش ناز کرتی ہے ان کی زمین پر

چشمک زن سپہر ہے گوشہ کلاہ کا

دیکھا نہ کارواں نے پلٹ کر کہ کون ہوں

میری طرح نہ ہو کوئی واماندہ راہ کا

منزل کے قطع کرنے کا محکم ہوا جو قصد

اک اک درخت خضر بنا میری راہ کا

ڈھوئے کہاں تک اس تن خاکی کو عمر بھر

اب روح کو ملے کوئی گوشہ نباہ کا

بہتر کہیں تھے مجھ سے وہ مے خوار ساقیا

حیلہ جو ڈھونڈتے رہے عفو گناہ کا

اشکوں کا سلسلہ کہیں ٹوٹے بھی اے فراق

تھک بھی چکے قدم مری فریاد و آہ کا

اک تجھ پہ منحصر نہیں اے خضر کر نہ ناز

ہر راہرو کو تکتا ہے واماندہ راہ کا

رکھا جناں میں بھی ہمیں مغموم تا ابد

اقرار ہم سے لے کے ہمارے گناہ کا

اظہار غم کیا تو یہ اس نے دیا جواب

چہرہ گواہی دیتا ہے جھوٹے گواہ کا

غوغائے حشر دل میں سماتا نہیں مرے

ہنگامہ یاد ہے مجھے فرقت میں آہ کا

بھجوا دیا بہشت میں پوچھا نہ دل کا حال

کیا خوب فیصلہ کیا اس دادخواہ کا

کیا جانیے تلاش اثر میں کہاں گئی

اب تک کہیں پتہ نہ لگا میری آہ کا

سینے میں اپنے نالہ و شیون کا شور ہے

ماتم ہمیشہ ہے دل غفراں پناہ کا

یوسف کو اے سپہر کنویں میں گرا تو دے

منظور امتحاں ہے زلیخا کی چاہ کا

کیونکر نہ اہل بزم میں اے شادؔ ہو رسوخ

نعم البدل ہوں راسخؔ غفراں پناہ کا

# تھا اجل کا میں اجل کا ہو گیا

تھا اجل کا میں اجل کا ہو گیا

بیچ میں چونکا تو تھا پھر سو گیا

لطف تو یہ ہے کہ آپ اپنا نہیں

جو ہوا تیرا وہ تیرا ہو گیا

کاٹے کھاتی ہے مجھے ویرانگی

کون اس مدفن پہ آ کر رو گیا

بحر ہستی کے عمق کو کیا بتاؤں

ڈوب کر میں شادؔ اس میں کھو گیا

# تیری زلفیں غیر اگر سلجھائے گا

تیری زلفیں غیر اگر سلجھائے گا

آنکھ والوں سے نہ دیکھا جائے گا

سب طرح کی سختیاں سہہ جائے گا

کیوں دلا تو بھی کبھی کام آئے گا

ایک دن ایسا بھی ناصح آئے گا

غم کو میں اور غم مجھے کھا جائے گا

اے فلک ایسا بھی اک دن آئے گا

جب کیے پر اپنے تو پچھتائے گا

وصل میں دھڑکا ہے ناحق ہجر کا

وہ دن آئیں گے تجھے سمجھائے گا

آ چکے احباب اٹھانے میری لاش

ناز اس کو دیکھیے کب لائے گا

چوٹ کھائے دل کا ماتم دار ہے

میرا نالہ بھی تڑپتا جائے گا

چھوڑ دے ہم وحشیوں کو اے غبار

پیچھے پیچھے تو کہاں تک آئے گا

منتظر ہے جان بر لب آمدہ

دیکھیے کب پھر کے قاصد آئے گا

ہجر میں نالے غنیمت جان لے

پھر تو خود اے ضعف تو پچھتائے گا

نیم کشتہ ہیں تو ہیں پھر کیا کریں

کچھ اگر بولیں تو وہ شرمائے گا

جوش وحشت تجھ پہ صدقے اپنی جان

کون تلوے اس طرح سہلائے گا

اور بھی تڑپا دیا غم خوار نے

خود ہے وحشی کیا مجھے بہلائے گا

راہرو تجھ سا کہاں اے خضر شوق

کون تیری خاک پا کو پائے گا

باغ میں کیا جائیں آتی ہے خزاں

گل کا اترا منہ نہ دیکھا جائے گا

میری جاں میں کیا کروں گا کچھ بتا

جب تصور رات بھر تڑپائے گا

کیوں نہ میں مشتاق ناصح کا رہوں

نام تیرا اس کے لب پر آئے گا

دل کے ہاتھوں روح اگر گھبرا گئی

کون اس وحشی کو پھر بہلائے گا

کھو گئے ہیں دونوں جانب کے سرے

کون دل کی گتھیاں سلجھائے گا

میں کہاں واعظ کہاں توبہ کرو

جو نہ سمجھا خود وہ کیا سمجھائے گا

تھک کے آخر بیٹھ جائے گا غبار

کارواں منہ دیکھ کر رہ جائے گا

دل کے ہاتھوں سے جو گھبراؤگے شادؔ

کون اس وحشی کو پھر سمجھائے گا

کم نہ سمجھو شوق کو اے شادؔ تم

اک نہ اک بڑھ کے یہ آفت لائے گا

ہے خزاں گل گشت کو جاؤ نہ شادؔ

گریۂ شبنم نہ دیکھا جائے گا

کچھ نہ کہنا شادؔ سے حال خزاں

اس خبر کو سنتے ہی مر جائے گا

# جسے پالا تھا اک مدت تک آغوش تمنا میں (ردیف .. ا)

جسے پالا تھا اک مدت تک آغوش تمنا میں

وہی بانی ہوا میرے غم و درد و اذیت کا

اسی کے ہاتھ سے کیا کیا سہا سہنا ہے کیا کیا کچھ

الٰہی دو جہاں میں منہ ہو کالا اس مروت کا

کریں انصاف کا دعویٰ اثر کچھ بھی نہ ظاہر ہو

مزا چکھا ہے ایسے دوستوں سے بھی محبت کا

مٹائیں تاکہ اپنے ظلم کرنے کی ندامت کو

نکالیں ڈھونڈ کر ہر طرح سے پہلو شکایت کا

حسد جی میں بھرا ہے لاگ ہے اک عمر سے دل میں

کریں ظاہر اگر موقع ہے اظہار عداوت کا

طمع میں کچھ نہ سمجھیں باپ اور بھائی کی حرمت کو

عمل دیکھو تو یہ پھر کچھ کریں دعوا شرافت کا

مری عمر دو روزہ بیکسی کے ساتھ کٹتی ہے

نہ اپنوں سے نہ غیروں سے ملا ثمرہ ریاضت کا

جسے دیکھا جسے پایا غرض کا اپنی بندہ تھا

جہاں میں اب مزا باقی نہیں خالص محبت کا

ہمارا کلبۂ احزاں ہے ہم ہیں یا کتابیں ہیں

رہا باقی نہ کوئی ہم نشیں اب اپنی قسمت کا

خدا آباد رکھے شادؔ میرے ان عزیزوں کو

مزا چکھوا دیا القرض مقراض المحبت کا

# جیے جائیں گے ہم بھی لب پہ دم جب تک نہیں آتا

جیے جائیں گے ہم بھی لب پہ دم جب تک نہیں آتا

ہمیں بھی دیکھنا ہے نامہ بر کب تک نہیں آتا

پہنچنا تھا جو عرض حال کو عرش معظم تک

کئی شب سے وہی نالہ مرے لب تک نہیں آتا

دل اپنا وادئ غربت میں شاید مر رہا جا کر

نہ آنے کی بھی اک میعاد ہے کب تک نہیں آتا

وہاں اوروں کے قصوں کو بھی سن کر وہ کھٹکتے ہیں

یہاں اپنی زباں پر حرف مطلب تک نہیں آتا

یہاں تک سینہ تنگی سے ضعیف و زار ہے نالہ

چلا جو صبح کو وہ تا بہ لب شب تک نہیں آتا

جہاں تمہید کی وہ اور قصے چھیڑ دیتا ہے

کسی صورت سے ظالم حرف مطلب تک نہیں آتا

بلا بھیجیں نہ جب تک شادؔ کو وہ اپنے کوچے میں

اجارہ ہے ترا اے شوق ہاں تب تک نہیں آتا

# سیاہ کار سیہ رو خطا شعار آیا

سیاہ کار سیہ رو خطا شعار آیا

تری جناب میں تیرا گناہ گار آیا

خزاں کا دور گیا موسم بہار آیا

مگر نہ اس دل بے صبر کو قرار آیا

کہیں جواب نہ تو نے دیا یہاں کے سوا

جہاں میں یوں تو بہت میں تجھے پکار آیا

سرائے دہر میں چھوڑا تن کثیف اپنا

یہ بوجھ سر سے مسافر ترا اتار آیا

ہمارے نالۂ دل کا نہ پوچھئے احوال

گلی سے یار کی ہمت بھی اب کے ہار آیا

پڑی جو قیس کے اوپر نظر بیاباں میں

مجھے غریب کے اوپر غضب کا پیار آیا

نہ اپنے پاؤں سے آنا ملا گلی میں تری

یہاں بھی چار کے کاندھوں پہ میں سوار آیا

یہ اضطراب ہے کیوں ہے کدھر کا قصد اے روح

کہاں سے آئی طلب کس جگہ سے تار آیا

برا خزاں کا ہو دیکھے جو سوکھے سوکھے ہونٹ

غریب پھول پہ مجھ کو غضب کا پیار آیا

مری نہ پوچھ کہ تیری گلی میں خاک ہوں میں

تجھی کو میری وفا کا نہ اعتبار آیا

لحد نے کھول کے آغوش دی جگہ جو مجھے

لپٹ کے رہ گئے ہم کو بھی خوب پیار آیا

یقین جان لے ساقی کہ خم کی خیر نہیں

خدا نہ کردہ جو اب کے مجھے خمار آیا

مرے نصیب کہاں اس طرح کے دیدۂ تر

سنوں یہ خوش خبری کان سے کہ یار آیا

نگہ نے ان کی جہاں صید نو کو تاک لیا

ادا نے ان کی کہا لے نیا شکار آیا

ترے فراق کے خوگر نہ مر مٹے جب تک

قضا کے آنے کا تب تک نہ اعتبار آیا

دلا پلٹ گیا قسمت کا پہلے ہی پاسا

اب اپنی جیت کہاں دل جب اپنا ہار آیا

جب اختیار چمن پر نہیں تو ہم کو کیا

ہزار بار اگر موسم بہار آیا

شکایت دل مضطر کہاں تلک اے موت

دعائیں دوں گا تجھے گر اسے قرار آیا

جواب خط کا نہ قاصد سے ماجرا پوچھو

ہے صاف چہرہ سے ظاہر کہ شرمسار آیا

نظر میں پھر گئی چال آپ کی جوانی کی

جو لڑکھڑاتا ہوا کوئی بادہ خوار آیا

جو مانگتے تو ہمیں باغباں سے کیا ملتا

غریب پھول تو دامن کو بھی پسار آیا

نہ اپنے نالۂ دل کو ملا جواب کہیں

نکل کے دل سے تجھے عرش تک پکار آیا

عدم میں شادؔ کو کیا ولولہ ہو جنت کا

کہ یہ غریب تو ہستی سے دل کو مار آیا

# غم فراق مے و جام کا خیال آیا

غم فراق مے و جام کا خیال آیا

سفید بال لیے سر پہ اک وبال آیا

ملے گا غیر بھی ان کے گلے بہ شوق اے دل

حلال کرنے مجھے عید کا ہلال آیا

اگر ہے دیدۂ روشن تو آفتاب کو دیکھ

ادھر عروج ہوا اور ادھر زوال آیا

لٹائے دیتے ہیں ان موتیوں کو دیدۂ شوق

بھر آئے اشک کہ مفلس کے ہاتھ مال آیا

لگی نسیم بہاری جو معرفت گانے

گلوں پہ کچھ نہیں موقوف سب کو حال آیا

پیام بر کو عبث دے کے خط ادھر بھیجا

غریب اور وہاں سے شکستہ حال آیا

خدا خدا کرو اے شادؔ اس پہ نخوت کیا

جو شاعری تمہیں آئی تو کیا کمال آیا

# فقط شور دل پر آرزو تھا

فقط شور دل پر آرزو تھا

نہ اپنے جسم میں ہم تھے نہ تو تھا

ہر اک کے پاؤں پر جھکتے کٹی عمر

نہ سمجھے ہم کہ کس قالب میں تو تھا

جہاں پہنچے اسی کا نور پایا

جدھر دیکھا وہی خورشید رو تھا

جگہ دامن میں اپنے کیوں نہ دیتے

کہ طفل اشک اپنا ہی لہو تھا

کہوں کیا دل کی میں نازک مزاجی

خدا بخشے نہایت تند خو تھا

میں کیفیت کہوں کیا بزم مے کی

کہ مینا ہاتھ میں آنکھوں میں تو تھا

غش آیا اس نے تولی تیغ جب جب

عجب ہلکا ہمارا بھی لہو تھا

بہت ڈھونڈا کہیں پایا نہ ہم نے

بتا دے یہ کہ کس گوشے میں تو تھا

بچا قاتل کا دامن للہ الحمد

بہت کھولا ہوا اپنا لہو تھا

عدو تھے ساقیا سب مے کدے میں

یہی اک آس تھی پلے پہ تو تھا

لباس کہنہ جب تھا اپنا صدچاک

تو پھر بے کار پیوند و رفو تھا

غضب میں آ کے تجھ کو توڑتا شیخ

نتیجہ بحث کا کیا اے سبو تھا

تری تصویر تھے ہم بھی کسی وقت

یہی نقشا ہمارا ہو بہو تھا

نظر میں ہیچ تھا کونین ساقی

لبالب جام تھا ہم تھے سبو تھا

سزا لغزش کی پاتے بزم میں ہم

خدا کو خیر کرنا تھا کہ تو تھا

ہم اپنے ہوش میں باقی تھے ہر طرح

مگر جب تو ہمارے روبرو تھا

تجھی سے منہ پھلا لیتے عجب کیا

صبا غنچوں کا بھی آخر نمو تھا

چلے ہم باغ سے اے شادؔ کس وقت

بہار آنے کو تھی گل کا نمو تھا

# کچھ کہے جاتا تھا غرق اپنے ہی افسانے میں تھا

کچھ کہے جاتا تھا غرق اپنے ہی افسانے میں تھا

مرتے مرتے ہوش باقی تیرے دیوانے میں تھا

ہائے وہ خود رفتگی الجھے ہوئے سب سر کے بال

وہ کسی میں اب کہاں جو تیرے دیوانے میں تھا

جس طرف جائے نظر اپنا ہی جلوہ تھا عیاں

جسم میں ہم تھے کہ وحشی آئینہ خانے میں تھا

بوریا تھا کچھ شبینہ مے تھی یا ٹوٹے سبو

اور کیا اس کے سوا مستوں کے ویرانے میں تھا

ہنستے ہنستے رو دیا کرتے تھے سب بے اختیار

اک نئی ترکیب کا درد اپنے افسانے میں تھا

سن چکے جب حال میرا لے کے انگڑائی کہا

کس غضب کا درد ظالم تیرے افسانے میں تھا

دون کی لیتا تو ہے زاہد مگر میں کیا کہوں

متقی ساقی سے بڑھ کر کون مے خانے میں تھا

پاس تھا زنجیر تک کا طوق پر کیا منحصر

وہ کسی میں اب کہاں جو تیرے دیوانے میں تھا

دیر تک میں ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھا کیا

چہرۂ ساقی نمایاں صاف پیمانے میں تھا

ہائے پروانے کا وہ جلنا وہ رونا شمع کا

میں نے روکا ورنہ کیا آنسو نکل آنے میں تھا

خود غرض دنیا کی حالت قابل عبرت تھی شادؔ

لطف ملنے کا نہ اپنے میں نہ بیگانے میں تھا

شادؔ کچھ پوچھو نہ مجھ سے میرے دل کے داغ کو

ٹمٹماتا سا چراغ اک اپنے ویرانے میں تھا

# کس بری ساعت سے خط لے کر گیا

کس بری ساعت سے خط لے کر گیا

نامہ بر اب تک نہ آیا مر گیا

جاتے ہی دل اس گلی میں مر گیا

مرنے والا بے وفائی کر گیا

دل تو جانے کو گیا لیکن مجھے

اس بھری محفل میں رسوا کر گیا

حسرتیں تھیں جینے والی جی گئیں

مرنے والا تھا دل اپنا مر گیا

غم کی لذت ابتدا میں تھی مگر

اس قدر کھایا کہ اب جی بھر گیا

ہر نوالہ اس کا اب تو تلخ ہے

عمر نعمت تھی مگر جی بھر گیا

کیا کہوں احوال اٹھتی بزم کا

پہلے مینا بعد کو ساغر گیا

دل نے اک دن بھی نہ دیکھا تجھ کو آہ

اس گلی تک خواب میں اکثر گیا

مرنے والے دل تجھے اب کیا کہوں

خیر بخشا میں نے جو کچھ کر گیا

کیا کہوں ان آنسوؤں کا زور و شور

آنکھیں جھپکی تھیں کہ چلو بھر گیا

دل گلہ کرتا تھا خوب اس شوخ کا

تذکرہ محشر کا سن کر ڈر گیا

جس جگہ دارا کو بھیجا تھا وہیں

کچھ دنوں کے بعد اسکندر گیا

جس کا کہلاتا ہے واں تھی کیا کمی

اے گدا کیوں مانگنے دردر گیا

دل نے سبقت کی حواس و صبر پر

پہلے سلطاں بعد کو لشکر گیا

منہ سے نکلا تھا کہ پہنچا عرش پر

نالۂ دل نام اونچا کر گیا

دل یہ امڈا مے سے خالی دیکھ کر

جام اشکوں سے لبالب بھر گیا

گر نہ جائے خاک پر قطرہ کوئی

بس بس اے ساقی کہ ساغر بھر گیا

مے کشو ماتم کرو اب شادؔ کا

ہائے کیا مے خوار رحلت کر گیا

شادؔ کیا کچھ کم ہیں دو کم ساٹھ سال

زندگی سے بس دل اپنا بھر گیا

# کس پہ قابو جو تجھی پہ نہیں قابو اپنا

کس پہ قابو جو تجھی پہ نہیں قابو اپنا

کس سے امید ہمیں جب نہ ہوا تو اپنا

جام مے دیکھ کے جاتا رہا قابو اپنا

لڑکھڑاتا ہوں پکڑ لے کوئی بازو اپنا

نکہت گل بہت اتراتی ہوئی پھرتی ہے

وہ کہیں کھول بھی دیں طرۂ گیسو اپنا

اس نے پھر کر بھی نہ دیکھا کہ یہ ہے کون بلا

ہم کو تھا زعم کہ چل جائے گا جادو اپنا

جس کو سمجھے ہو وہی چیز نہیں مدت سے

ہم دکھا دیں گے کبھی چیر کے پہلو اپنا

پر پرواز نکلنے دے قفس میں صیاد

کام دے گا یہی ٹوٹا ہوا بازو اپنا

مل گئے خاک میں در پر ترے اتنا بیٹھے

اس ریاضت پہ بھی اب تک نہ ہوا تو اپنا

غم نہیں جام طلاکار اٹھا رکھ ساقی

کیا غرض ہم کو سلامت رہے چلو اپنا

چوکڑی بھول کے منہ تکتے ہیں مجھ وحشی کے

آکے اس پاؤں پہ سر رکھتے ہیں آہو اپنا

کون اے طول شب غم ترا جھگڑا رکھے

آج قصہ ہی کیے دیتے ہیں یکسو اپنا

نکہت خلد بریں پھیل گئی کوسوں تک

وہ نہا کر جو سکھانے لگے گیسو اپنا

للہ الحمد کدورت نہیں رہنے پاتی

منہ دھلا دیتا ہے ہر صبح کو آنسو اپنا

شادی و غم کے رہیں گے یہی رگڑے جھگڑے

قصہ جس وقت تلک ہوگا نہ یکسو اپنا

غم میں پروانۂ مرحوم کے تھمتے نہیں اشک

شمع اے شمع ذرا دیکھ تو منہ تو اپنا

بے ادب مصحف رخسار پہ جھک پڑتے ہیں

رکھئے شانوں پہ ذرا گھیر کے گیسو اپنا

سینۂ تنگ سے گھبرا کے گیا دل تو گیا

منہ دکھائے نہ مجھے اب یہ سیہ رو اپنا

پھنسنے والا تھا پھنسا آ کے تری زلفوں میں دل

بہ خدا اس میں نہیں جرم سر مو اپنا

شام سے جیب میں اک تلخ دوا رکھی ہے

آج قصہ ہی کیے دیتے ہیں یکسو اپنا

وہم و ادراک و خیالات و دل و خواہش دل

سب تو اپنے ہیں مگر کیوں نہیں قابو اپنا

شادؔ سمجھاتے ہیں کیوں غیر لیا کیا ان کا

چشم تر اپنی ہے جان اپنی ہے آنسو اپنا

# کعبہ و دیر میں جلوہ نہیں یکساں ان کا

کعبہ و دیر میں جلوہ نہیں یکساں ان کا

جو یہ کہتے ہیں ٹٹولے کوئی ایماں ان کا

جستجو کے لیے نکلے گا جو خواہاں ان کا

گھر بتا دے گا کوئی مرد مسلماں ان کا

تو نے دیدار کا جن جن سے کیا ہے وعدہ

ہائے رے ان کی خوشی ہائے رے ارماں ان کا

اپنے مٹنے کا سبب میں بھی بتا دوں اے شوق

کاش چھو جائے مری خاک سے داماں ان کا

چھوڑ کر آئے ہیں جو صبح وطن سی شے کو

مرتبہ کچھ تو سمجھ شام غریباں ان کا

جن کی آغوش تصور میں ہے وہ حور جمال

کہیں سچ ہو نہ یہی خواب پریشاں ان کا

جو اس الجھاؤ کے خود ہیں متمنی دل سے

کیا بگاڑے گی تری زلف پریشاں ان کا

سر میں سودائے خرد پاؤں میں زنجیر شکوک

بھید پائے گا نہ اس شکل سے انساں ان کا

ہم دعا دیں تجھے دل کھول کے اے پہلوئے تنگ

ٹوٹ کر سینہ میں رہ جائے جو پیکاں ان کا

چاک کرنے کا ہے الزام مرے سر ناحق

ہاتھ ان کے ہیں ہم ان کے ہیں گریباں ان کا

وہ مٹا کیوں نہیں دیتے مجھے حیرت تو یہ ہے

ان کے کہنے میں ہے دل دل میں ہے ارماں ان کا

ان شہیدان محبت میں تو میں صاف کہوں

کوئی اتنا نہیں پکڑے جو گریباں ان کا

وہی ایسے ہیں کہ خاموش ہیں سب کی سن کر

سب کو دعوا ہے کہ ہوں بندۂ فرماں ان کا

پہلے ہم نیت خالص سے وضو تو کر لیں

ٹھہر اے خاک ٹھہر پاک ہے داماں ان کا

چاہیں دوزخ میں اتاریں کہ جگہ خلد میں دیں

دخل کیا غیر کو گھر ان کے ہیں مہماں ان کا

کہیں پیوند کی کوشش کہیں تدبیر رفو

جامۂ تن سے بہت تنگ ہے عریاں ان کا

کیجیے شانہ و آئینہ کی حالت پہ نگاہ

سینہ صدچاک کوئی ہے کوئی حیراں ان کا

مان لو پاؤں سے زنجیر بھی اتری لیکن

بھاگ کر جائے کہاں قیدئ زنداں ان کا

جن شہیدوں نے بہ صد درد تڑپ کر دی جان

چھن گیا ہاتھ سے جیتا ہوا میداں ان کا

ہم تو کیا چیز ہیں جبریل تو جا لیں ان تک

روک لیتا ہے فرشتوں کو بھی درباں ان کا

مست جاتے ہیں خرابات سے مسجد کی طرف

راہ پر شور ہے اللہ نگہباں ان کا

ہم شب ہجر کے جاگے نہ قیامت میں اٹھیں

جب تلک خواب سے چونکائے نہ ارماں ان کا

وہم تو ہی خلل انداز ہوا ہے ورنہ

کون جویا نہیں اے رہزن ایماں ان کا

دن قیامت کا ڈھلا سب نے مرادیں پائیں

رہ گیا دیکھ کے منہ تابع فرماں ان کا

مرنے والوں کا اگر ساتھ دیا پورا کر

لے جنازہ بھی اٹھا حسرت و ارماں ان کا

حق جتاتے ہیں شہیدان محبت بے کار

کیا یہ مرنا تھا بڑا کار نمایاں ان کا

شادؔ گھبرا گیا اک عمر سے جیتے جیتے

وہ بلا لیں مجھے اس وقت تو احساں ان کا

# لطف کیا ہے بے خودی کا جب مزا جاتا رہا

لطف کیا ہے بے خودی کا جب مزا جاتا رہا

یوں نہ مانوں میں، مگر ساغر تو سمجھاتا رہا

طاق سے مینا اتارا پاؤں میں لغزش ہوئی

کی نہ ساقی سے برابر آنکھ شرماتا رہا

مجھ سا ہو مضبوط دل تب مے کشی کا نام لے

محتسب دیکھا کیا مجبور جھلاتا رہا

کیا کروں اور کس طرح اس بے قراری کا علاج

یار کے کوچے میں بھی تو دل کو بہلاتا رہا

نوجواں قاتل کو اچھی دل لگی ہاتھ آ گئی

جب تلک کچھ دم رہا بسمل کو ٹھکراتا رہا

شادؔ وقت نزع تھا خاموش لیکن دیر تک

نام رہ رہ کر کسی کا زیر لب آتا رہا

# نہ جاں بازوں کا مجمع تھا نہ مشتاقوں کا میلا تھا

نہ جاں بازوں کا مجمع تھا نہ مشتاقوں کا میلا تھا

خدا جانے کہاں مرتا تھا میں جب تو اکیلا تھا

گھروندا یوں کھڑا تو کر لیا ہے آرزوؤں کا

تماشا ہے جو وہ کہہ دیں کہ میں اک کھیل کھیلا تھا

بہت سستے چھٹے اے موت بازار محبت میں

یہ سودا وہ ہے جس میں کیا کہیں کیا کیا جھمیلا تھا

اگر تقدیر میں ہوتا تو اک دن پار بھی لگتا

یہ دریا جھیلنے کو یوں تو اے دل خوب جھیلا تھا

ہمیشہ حسرت دیدار پہ دل نے قناعت کی

بڑے در کا مجاور تھا بڑے مرشد کا چیلا تھا

کہاں دل اور فسون عشق کی گھاتیں کہاں یا رب

نہ پڑتا تھا بلاؤں میں ابھی کم بخت انیلا تھا

جہاں چاہے لگے جس دل کو چاہے چور کر ڈالے

زباں سے پھینک مارا بات تھی ناصح کہ ڈھیلا تھا

تماشا گاہ دنیا میں بتاؤں کیا امیدوں کی

تن تنہا تھا میں اے شادؔ اور ریلوں پہ ریلا تھا

# اے بت جفا سے اپنی لیا کر وفا کا کام

اے بت جفا سے اپنی لیا کر وفا کا کام

بندوں کے کام آ کہ یہی ہے خدا کا کام

کس جا تھا قصد شوق نے پہنچا دیا کدھر

کہتے نہ تھے ٹھگوں سے نہ لے رہ نما کا کام

کہتا ہے دل سنا مجھے گیسو کی داستاں

آج اس نے سر پہ ڈال دیا ہے بلا کا کام

تاثیر کو نہ آہ سے پوچھوں تو کیا کروں

کیوں خود اٹھا لیا دل بے مدعا کا کام

اپنی سی تو تو کر انہیں پھر اختیار ہے

سننا ہے ان کا کام پہنچنا دعا کا کام

سینے میں داغ کھلتے ہی جاتے ہیں ہر نفس

اب اپنی سانس کرتی ہے باد صبا کا کام

موسیٰ فقط نہ تھے ترے آئینہ داروں میں

عیسیٰ بھی کرتے تھے لب معجزنما کا کام

ہر رات اپنی آنکھوں کو رونا ہے فرض عین

طاعت گزار کرتے ہیں جیسے خدا کا کام

تھا بھی ذلیل حسن کی سرکار میں یہ دل

کم بخت کو سپرد ہوا التجا کا کام

اے شادؔ میری سخت زبانی پہ ہے خموش

ناصح بھی اب تو کرنے لگا انبیا کا کام

# ڈھونڈوگے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

ڈھونڈوگے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

جو یاد نہ آئے بھول کے پھر اے ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم

میں حیرت و حسرت کا مارا خاموش کھڑا ہوں ساحل پر

دریائے محبت کہتا ہے آ کچھ بھی نہیں پایاب ہیں ہم

ہو جائے بکھیڑا پاک کہیں پاس اپنے بلا لیں بہتر ہے

اب درد جدائی سے ان کی اے آہ بہت بیتاب ہیں ہم

اے شوق برا اس وہم کا ہو مکتوب تمام اپنا نہ ہوا

واں چہرہ پہ ان کے خط نکلا یاں بھولے ہوئے القاب ہیں ہم

کس طرح تڑپتے جی بھر کر یاں ضعف نے مشکیں کس دیں ہیں

ہو بند اور آتش پر ہو چڑھا سیماب بھی وہ سیماب ہیں ہم

اے شوق پتا کچھ تو ہی بتا اب تک یہ کرشمہ کچھ نہ کھلا

ہم میں ہے دل بے تاب نہاں یا آپ دل بے تاب ہیں ہم

لاکھوں ہی مسافر چلتے ہیں منزل پہ پہنچتے ہیں دو ایک

اے اہل زمانہ قدر کرو نایاب نہ ہوں کم یاب ہیں ہم

مرغان قفس کو پھولوں نے اے شادؔ یہ کہلا بھیجا ہے

آ جاؤ جو تم کو آنا ہو ایسے میں ابھی شاداب ہیں ہم

# یہ رات بھیانک ہجر کی ہے کاٹیں گے بڑے آلام سے ہم

یہ رات بھیانک ہجر کی ہے کاٹیں گے بڑے آلام سے ہم

ٹلنے کی نہیں یہ کالی بلا سمجھے ہوئے تھے شام سے ہم

جب قیس پہاڑ اس سر سے ٹلے عید آئی تب آئی جان میں جان

تا دیر عجب عالم میں رہے ہونٹوں کو ملائے جام سے ہم

تھا موت کا کھٹکا جاں فرسا صد شکر کہ نکلا وہ کانٹا

گر ہو نہ قیامت کا دھڑکا اب تو ہیں بڑے آرام سے ہم

تامنزل جاناں ساتھ رہا کم بخت تصور غیروں کا

شوق اپنے قدم کھینچا ہی کیا پلٹا ہی کیے ہر گام سے ہم

الفت نے انہیں کی حق کی طرف پھیرا مرے دل کو شکر خدا

تعمیر کریں مسجد کوئی کیونکر نہ بتوں کے نام سے ہم

اے ہم نفسو دم لینے دو بھولے ہوئے نغمے یاد آ لیں

آئے ہیں چمن میں اڑ کے ابھی چھوٹے ہیں اسی دم دام سے ہم

باتوں میں گزرتے ہجر کے دن اے کاش کہ دونوں مل جاتے

ہم سے ہے دل ناکام خفا آزردہ دل ناکام سے ہم

یوں ان کے ادب یا خاطر سے ہر بات کو لے لیں اپنے سر

جب دل ہے انہیں کے قابو میں پھر پاک ہیں ہر الزام سے ہم

وہ سمجھے کہ ہم نے مار لیا ہم سمجھے ملیں گے آخر وہ

ملتے ہی نگہ کے دونوں خوش آغاز سے وہ انجام سے ہم

دنیا میں تخلص کوئی نہ تھا کیا نیل کا ٹیکا شادؔ ہی تھا

تم وجہ نہ پوچھو کچھ اس کی چڑھ جاتے ہیں کیوں اس نام سے ہم

# ایک ستم اور لاکھ ادائیں اف ری جوانی ہائے زمانے

ایک ستم اور لاکھ ادائیں اف ری جوانی ہائے زمانے

ترچھی نگاہیں تنگ قبائیں اف ری جوانی ہائے زمانے

ہجر میں اپنا اور ہے عالم ابر بہاراں دیدۂ پر نم

ضد کہ ہمیں وہ آپ بلائیں اف ری جوانی ہائے زمانے

اپنی ادا سے آپ جھجکنا اپنی ہوا سے آپ کھٹکنا

چال میں لغزش منہ پہ حیائیں اف ری جوانی ہائے زمانے

ہاتھ میں آڑی تیغ پکڑنا تاکہ لگے بھی زخم تو اوچھا

قصد کہ پھر جی بھر کے ستائیں اف ری جوانی ہائے زمانے

کالی گھٹائیں باغ میں جھولے دھانی دوپٹے لٹ جھٹکائے

مجھ پہ یہ قدغن آپ نہ آئیں اف ری جوانی ہائے زمانے

پچھلے پہر اٹھ اٹھ کے نمازیں ناک رگڑنی سجدوں پہ سجدے

جو نہیں جائز اس کی دعائیں اف ری جوانی ہائے زمانے

شادؔ نہ وہ دیدار پرستی اور نہ وہ بے نشہ کی مستی

تجھ کو کہاں سے ڈھونڈ کے لائیں اف ری جوانی ہائے زمانے